# اسلام میں اُصول التدریج اور سورۃ مائدہ میں حُرمتِ شراب

# The Principle of Gradualism in Islam and the Prohibition of Alcohol in Surah Al-Ma'idah

**Saeed Ahmad**
*Research Scholar Department of Islamic Studies, Qurtuba University of science & IT Peshawar, Lecturer Islamiat GPGC Khar Bajaur*
*Email: saeedahmadat@gmail.com*
**Dr. Qazi Abdul Manan**
*Assistant Professor Islamic studies, Department of Islamic Studies Qurtuba University of science &It Peshawar*
*Email: dr.manan@qurtuba.edu.pk*

**Abstract**
Islam is a fundamental religion. Its foundation is based on principles, regulations and laws. It also includes Quranic principles. Gradulism in literal meaning is to walk on something or to gradually climb stairs. In terminology, gradualism means the gradual descent of one after another Shariah ruling on Muslims. The process of gradualism is involved in all the systems running in the universe. No thing becomes perfect and complete from the beginning, rather, gradually, by passing through different stages, It reaches a place. Gradulism is a necessary and important matter in humain life. Gradulism is a sign of success and progress. Behind all the great achievments in the world or all the upheavals that occur, there is gradualism. In social, educational, intellectual, organizational and administrative life, gradualism acts as the backbone. The Holy Quran was also revealed gradually on the prophet Muhammad (peace be upon him). There are many exemplary examples of gradualism in the creation of Allah. Allah has created the universe in six days, which is a great example of gradualism. When we consider all aspects of Islamic Shariah, gradualism has been considerd at every place. The probation of alcohol also came gradually.
**Keywords:** Gradualism: Principles: Shariah: stages: Progress: Alcohol: Probation

دین اسلام ایک اصولی دین ہے۔ اس کی بنیاد اصول وضوابط اور قوانین پر رکھی گئی ہے اور شریعت محمدی ﷺ تمام کی تمام اصول پر مبنی ہے۔ دین اسلام کے تمام پہلو شرعی اصول و قواعد میں ملحوظ نظر رکھے گئے ہیں۔ شریعت میں قرآنی اصول بھی کار فرماہیں۔ ان قرآنی اصول میں سے ایک اصول التدرُج یا اصول التدریج ہے۔

## تدریج کا لغوی معنیٰ:

تدریج کا لغوی معنیٰ علامہ ابن الفارس نے بیان کیا ہے، فرماتے ہیں:"الدال والراء والجیم اصل واحد، یدل علی مضی الشیء، والمضی فی الشیء"[1] (کسی چیز پر چلنا یا کسی چیز میں اندر چلنا)۔ ابن منظور نے لکھا ہے

کہ "التنقل الارتقاء فی الدرجات صعوداً"[2] (سیڑھیوں پر رفتہ رفتہ اوپر چڑھنا)۔ جب کسی شے کو درجوں میں تقسیم کیا جاتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ "درجتُ الشیءَ" میں نے شے کو درجوں میں تقسیم کیا۔ لیکن اصل میں یہ مادہ جس معنیٰ کے گرد گردش کرتا ہے، وہ ہے "التنقل الارتقاء فی الدرجات صعوداً درجةً فدرجةً"۔

## تدریج کی اصطلاحی تعریف:

کسی حسّی یا معنوی عمل میں مرحلہ وار ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف منتقل ہونا۔ ڈاکٹر محمد مصطفیٰ زحیلیؒ نے لکھا ہے "التدرج فی التشریع، ھو نزول الاحکام الشریعة علی المسلمین شیئاً فشیئاً"[3] (شریعت اسلامیہ میں تدریج سے مراد مسلمانوں پر یکے بعد دیگرے احکام شرعیہ کا نازل ہونا)۔ تدرج کا اطلاق ہر جسدی، نفسی، فکری، قلبی اور حسی عمل پر ہوتا ہے جو کہ قابل تقسیم ہوتا ہے۔ اگرچہ لفظ تدرج درجہ بدرجہ نازل سے عالی کی طرف منتقل ہونے کے لیے وضع کیا گیا ہے لیکن اس کا استعمال اوپر سے نیچے کی طرف تدریجاً انتقال میں بھی ہوتا ہے جس سے لفظ "درکات" پر تعبیر بھی کی جاتی ہے۔ پھر دونوں کے لیے "التدرج المتصاعد" اور "التدرج المتنازل" استعمال کی جاتی ہے۔

## نظامِ کائنات میں عمل تدریج کی کارفرمائی:

کارخانہ کائنات میں جتنے نظام ہائے چل رہے ہیں ان سب میں عمل تدریج کا عمل دخل ہے۔ کوئی بھی شے اول سے کامل اکمل نہیں ہوتا بلکہ تدریجاً مختلف مراحل طے کرکے ایک مقام پر پہنچتا ہے۔ انسانی زندگی میں عمل تدریج ایک ضروری اور مہم امر ہے۔ تدریج ترقی اور کامیابی کی نشانی ہے۔ جب انسان تخیلات میں مگن اپنی زندگی کامیاب بنانے کے خواب دیکھنے لگتا ہے، اپنے تصوراتی اور خیالاتی دنیا اور خیالاتی خزانوں کے تلاش میں مگن رہتا ہے اور بغیر کسی تگ ودو اور محنت کی جاہ وجلال اور مناصب عالیہ تک یک دم رسائی کی فکر اس کو اور ذلیل کرتا ہے۔ ناکامی کا طرز عمل اور کامیابی کی فکر اس کو مایوسی کے اندھیروں میں دھکیلتا ہے۔ تمام کامیابیاں یک دم اور بیک وقت نہیں ملتی۔ ہر کامیابی کے پیچھے محنتوں، ناکامیوں اور صبر وآزمائشوں کا ایک سلسلہ ضرور کارفرما ہوتا ہے اور یہی سلسلہ ہی عمل تدریج ہے۔

دنیا میں فلک بوس عمارتیں از خود اور آن واحد میں نہیں بنی ہیں بلکہ ان کی بنیاد کے لیے پہلی زمین کھودی گئی ہے اور اختتام میں آخری اینٹ رکھ کر ایک عظیم اور بلند عمارت تیار ہوئی ہے، یہ سب ایک تدریجی عمل کا نتیجہ ہوتا ہے۔ کائنات کے اندر روزانہ بڑی بڑی تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔ دن رات میں تبدیل ہوتا ہے جو کہ ایک بڑی تبدیلی ہے جس سے زمین کے ایک بڑے خطہ پر روشنی اندھیرے میں بدل جاتی ہے، ہوا گرم سے ٹھنڈی بن جاتی ہے اور طوالت وقصارت کی تبدیلی بھی واقع ہوتی ہے لیکن یہ ساری تبدیلیاں تدریجی عمل کے نتیجہ میں واقع ہوتی ہے۔

سورج اور چاند کا طلوع وغروب، موسموں کی تبدیلی، بہار وخزاں کی آمد ورخصت، طفولیت، شباب اور ضعف سب تدریجی عمل کے مختلف روپ ہیں۔

معاشرتی، تعلیمی، فکری، تنظیمی اور انتظامی زندگی میں تدریج ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ معاشرہ بھی مہذب اور متمدن بننے کے لیے وقت لیتاہے اور کئی مراحل سے گزرتاہے۔ تعلیم وتعلم میں کمال تک پہنچنے کے لیے مختلف مراحل اور درجوں سے گزرنا پڑتاہے تب ہی انسان ایک مقام تک پہنچتاہے۔ اگر تعلیمی نظام میں یہی اصول کارفرماہو تو پھر نظام خراب نہ ہوگا۔ فکری پختگی اور ترقی کے لیے ذہنی اور جسمانی نشوونما اور ترقی سب تدریج کی مرہون منت ہے۔ ایک جماعت اور تنظیم تب کامل اور مفید بن جاتاہے جب مختلف مراحل اور ادوار سے گزر کر ایک خاص مقام پر پہنچتاہے تب ہی ایک مفید اور کامیاب منشور اور دستور ہی وضع ہو سکتاہے۔ کامیاب زراعت اور پیداواری عمل تدریج کے بغیر ممکن نہیں۔ جس دن بیج زمین میں بوئی جاتی ہے اس دن حاصلات نہیں دیتا بلکہ اس کے لیے زمین میں ہل چلانا، کھیت ہموار اور برابر کرنا، پھر ان میں چھانٹ کھانٹ اور تہذیب جیسے بہت سارے مراحل سے گزر کر آخر میں حاصلات دیتے ہیں۔ ان سارے مراحل سے گزرنے کا عمل تدریج کہلاتاہے۔

کائنات پر اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اس کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت میں عروج وزوال کی تدریجی عمل کے لیے بڑی اہمیت ہے اور کثیر الوقوع بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے حکمتوں اور فوائد کے سبب یہی اصول مدنظر رکھاہے۔ عالم حیوانات اور عالم نباتات کے علاوہ دیگر مخلوقات میں بھی یہی اصول کارفرماہیں۔ پیدائش اور بقائے زندگی میں تدریج نہ ہوتی تو بچے کی ماں کے لیے زندہ رہنا مشکل ہو جاتا۔ بچے کو شباب میں قدم رکھنے کے لیے تدریج نہ ہوتی تو ہزاروں مشکلات اور مفاسد کا سامنا کرنا پڑتا اور یہی اصول تمام حیوانات میں ملحوظ نظر ہے۔ غم، حیرت، پریشانی، خوشی اور مسرت تمام اللہ تعالیٰ نے ان اصول کے سانچے میں ڈھالے ہیں ورنہ اچانک اور بیک وقت ان حالات اور کیفیات کا وقوع اور احساس بڑے نقصان کا باعث بنتا۔

**نزولِ قرآن میں تدریج:**

کائنات کی سب سے بڑی کتاب قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ پر تدریجی صورت میں نازل فرمایاہے۔ تیئیس سال کی ایک طویل مدت میں قرآن کریم کو ایک ایک، دو دو اور اس سے زیادہ آیات کا نازل ہونا، کبھی آدھی اور اور کبھی پوری سورت نازل ہونا، اسی طرح ہر ایک موقع اور حالت سے متعلق آیات کا نزول تدریج کی ایک بڑی اور اہم مثال ہے۔ یہ سلسلہ جاری تھا، کبھی احکامات، کبھی وعدوعید، کبھی انذار وتبشیر، کبھی امثال اور کبھی قصص، کبھی امم سابقہ کے حالات کا تذکرہ اور کبھی ان کی بغاوت اور ہٹ دھرمی کے واقعات نبی ﷺ کو اللہ

تعالیٰ نے ایک سو چودہ سورتوں میں رفتہ رفتہ نازل فرما کر دین اسلام کی تکمیل کر کے آخر میں فرمایا کہ "الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا [4]" (آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کیا اور تم پر اپنی نعمتوں کو تمام کر دیا اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کیا)۔ پھر قرآن کریم میں اگرچہ لفظ "تدریج" استعمال نہیں لیکن اس کے قریب اور ہم معنیٰ الفاظ آئے ہیں۔ ان میں ایک لفظ "استدراج" ہے "وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ"[5](اور جنہوں نے ہماری آیات جھٹلائیں ہم آہستہ آہستہ انہیں (موت میں) کھینچیں گے، ایسا کہ انہیں معلوم نہ ہو گا)۔ امام راغب الاصفہانی لکھتا ہے کہ استدراج کا معنیٰ کسی چیز کو آہستہ آہستہ پکڑنا ہے[6]۔ امام فارس فرماتا ہے کہ اس کا معنیٰ ہے اپنے ہدف کو رفتہ رفتہ قریب ہونا۔[7] تدرج کی دیگر ہم معنیٰ الفاظ "ترقی، استعجال وغیرہ ہیں لیکن ان تمام الفاظ سے لفظ و معنیٰ کے لحاظ سے تدرج بہتر اور مفید ہے۔

## اللہ تعالیٰ کی سنت تدریج کی قرآنی مثالیں:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تدریج کی بہت سے مثالیں بیان کی گئی ہیں، ان میں ایک مثال یہ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوبٍ"[8] (اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو ان میں ہے سب کو چھ دن میں بنا دیا ہے۔ اور ہم کو ذرا بھی تھکان نہیں ہوئی)۔ علامہ ابن عاشور فرماتے ہیں "وقد اقتضت حكمة الله ان يكون خلق السموات والارض مدرجاً وان لا يكون دفعة واحدا، لانه جعل العوالم متولداً بعضها من بعض لتكون اتقن صنعا"[9] (اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش تدریجی ہو اور ایک ساتھ نہ ہو کیونکہ تمام عالم کو ایک دوسرے سے پیدا کیا ہے تاکہ بناوٹ میں مضبوطی ہو)۔

اس طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ" (اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہیں کمزور پیدا فرمایا، پھر کمزوری کے بعد قوت دی اور پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا، اللہ تعالیٰ جیسے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اللہ جاننے والا اور ہر چیز پر قادر ہے)۔ اس آیت مبارکہ میں انسان کی زندگی اور پیدائش بھی تدریجی انداز سے ذکر کی گئی ہے۔

علامہ ابن قیمؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں "فاعد الان النظر فيك وفى نفسك مرة ثانية من الذى دبرك بالطف التدبير،وانت جنين فى بطن امك في موضع لا يد تنالك، ولا بصر يدركك، ولا حيلة لك في التماس الغذا ولا في دفع الضرر، فمن اجري ذالك الدم لبناً" (پس اپنے آپ میں اور پھر اپنے نفس میں نظر کرو کہ کون ہے وہ ذات جس نے بڑی لطافت سے تیری تدبیر کی ہے۔ جب تم اپنی ماں کے پیٹ میں تھے جہاں نہ تیرا ہاتھ کہیں پہنچتا اور نہ ہی تیری نظر کہیں لگتی اور نہ غذا کے حصول کا کوئی طریقہ تمہیں آتا اور نہ کسی نقصان کو دفع

کر سکتا تھا تو کسی نے تمہارے خون کو جاری کیا اور دودھ بنا دیا)۔ اس عبارت میں ایک سلسلہ وار تدریج کی طرف اشارہ ہے۔ کسی چیز کا سایہ لمبا اور چھوٹا ہونا ایک تدریجی عمل ہے اور اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تکوینات میں اس طرح ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً كَذَلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا"[10] (اور کافروں نے کہا کہ قرآن ایک ساتھ کیوں نازل نہیں ہوتا۔ ہم اس طرح کرتے ہیں تاکہ تیرے دل کو مضبوط کریں اور ترتیل کے ساتھ تم پر قرآن پڑھیں) اس آیت میں قرآن کریم کی تدریجاً نزول پر کافروں کے اعتراض کو نقل کر رہا ہے اور ساتھ ہی تدریج کی اہمیت کو بیان کر رہا ہے۔ قرآن مجید نے تدریج کے ایک نمونہ کو چاند کی کمی اور زیادتی کی صورت میں بھی بیان کیا ہے اور اس کے فوائد اور حکمتیں بھی بیان کیے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "وَآيَةٌ لَهُمُ اللَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَإِذَا هُمْ مُظْلِمُونَ،وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ، وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّى عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ، لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ" ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کائنات میں مختلف اشیاء کے اندر ایک تدریجی ترتیب بیان کی ہے۔ دن رات کا آنا جانا یا ایک دوسرے کے پیچھے آنا، دن رات کے بعد آتا ہے اور رات دن کے بعد۔ انسان کو کبھی روشنی کی ضرورت ہوتی ہے اور کبھی اندھیرے کی۔ دن میں مسلسل کام اور تھکاوٹ کے بعد انسان آرام کی ضرورت محسوس کرتا ہے تو دن کے بعد رات آتی ہے تاکہ دن کی تمام تھکاوٹ ختم ہو جائے تو دن کے بعد رات آتی ہے جس میں انسان سو کر مکمل آرام حاصل کرتا ہے۔ چند گھنٹے بعد پھر دن آتا ہے کیونکہ پھر مختلف ضروریات کی وجہ سے انسان کو دن کی ضرورت پڑتی ہے پس دن شروع ہو کر انسان اپنی ضروریات پوری کرتا ہے، یہ سارے کام تدریجاً کیے جاتے ہیں۔

انسان کا یہ عمل انتہائی ناپسندیدہ ہے کہ آج کوئی کام کرتا ہے اور کل ہی اس کا نتیجہ چاہتا ہے۔ ایسا قطعاً نہیں کرنا چاہیے بلکہ ہر کام کو ایک خاص انداز میں خاص اوقات میں تدریجاً اور مرحلہ وار کرنا چاہیے۔ اس لیے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ بار بار اپنی کائنات کے اندر تدریج کا تذکرہ کر رہا ہے تاکہ ان سے سبق حاصل کرکے انسان بھی ان اصولوں کو اپنائے۔ تدریج میں تجربہ حاصل کرکے انسان کامیاب ہو جاتا ہے لیکن جب یک دم کوئی کامیابی آتی ہے تو اکثر وہ دیرپا نہیں ہوتی۔

## شریعت اسلامیہ میں تدریج:

شریعت اسلامیہ پر غور کیا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کے تمام پہلوؤں میں اصول التدریج کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ یہی اصول پہلے شریعتوں سے چلتا آرہا ہے۔ نبوت و رسالت کی عمارت بھی انہیں اصولوں پر قائم

ہے۔امام بخاری،امام مسلم،امام ترمذی اور امام ابو داؤد نے ایک حدیث مبارکہ لائی ہے جو اس بات کی تائید کرتا ہے۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں "إن مثلي ومثل الأنبياء من قبلي كمثل رجل بنى بيتاً فأحسنه وأجمله إلا موضع لبنةٍ من زاوية من زواياه فجعل الناس يطوفون ويعجبون له ويقولن هلا وضعت هذه اللبنة قال فأنا اللبنة وأنا خاتم النبين[11]" ("میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے بہت ہی حسین و جمیل محل بنایا مگر اس کی کسی کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی اور لوگ اس کے گرد گھومنے اور اس پر عش عش کرنے لگے اور یہ کہنے لگے کہ یہ ایک اینٹ کیوں نہ لگا دی گئی")۔اسی حدیث مبارکہ میں شریعت اور منصبِ نبوت کی تکمیل کو ایک تدریجی عمل کا نتیجہ قرار دیا گیا ہے۔منصبِ نبوت کو ایک عمارت سے تشبیہ دی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کو رفتہ رفتہ مکمل کر دیا گیا ہے۔اس طرح اگر ہم بعض قرآنی آیات میں فکر کریں تو یہ تدریجی ترتیب واضح ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "فَبِظُلْمٍ مِنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا"[12]("غرض یہودیوں کی سنگین زیادتی کی وجہ سے ہم نے ان پر وہ پاکیزہ چیزیں حرام کر دیں جو پہلے ان کے لیے حلال کی گئی تھیں۔ اور یہ اس لیے کہ وہ بکثرت لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے تھے")۔اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر بعض حلال اشیاء حرام کر دیئے تھے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے ان اشیاء کی حرمت اٹھائی اور ان کو حلال کر دیا۔اس لیے اللہ تعالیٰ سورۃ آل عمران میں فرماتا ہے کہ "وَرَسُولًا إِلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ أَنِّي أَخْلُقُ لَكُمْ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِ الْمَوْتَى بِإِذْنِ اللَّهِ وَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ* وَمُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَلِأُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ[13] (اور اسے بنی اسرائیل کے پاس رسول بنا کر بھیجے گا(جو لوگوں سے یہ کہے گا) کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نشانی لے کر آیا ہوں(اور وہ نشانی یہ ہے) کہ میں تمہارے سامنے گارے سے پرندے جیسی ایک شکل بناتا ہوں،پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک پرندہ بن جاتا ہے، اور میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست کر دیتا ہوں،اور مردوں کو زندہ کر دیتا ہوں،میں وہ سب بتا دیتا ہوں جو کچھ تم کھاتے ہوں اور جو اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہوں۔اس میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان لانے والے ہوں۔اور جو کتاب مجھ سے پہلے آچکی ہے،یعنی تورات،میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور(اس لیے بھیجا گیا ہوں) تاکہ کچھ چیزیں جو تم پر حرام کی گئی تھیں،اب تمہارے لیے حلال کر دوں اور میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں،لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو")۔ان

آیتوں میں یہ بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وہ چیزیں حلال قرار دی جن کو یہودیوں پر حرام کر دی تھی۔ یہ حلت تدریجی طور پر تھی اور جب اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو مبعوث فرمایا تو نبی ﷺ کی رسالت تمام لوگوں اور زمانوں کو شامل تھی تو آپ ﷺ کی شریعت میں تمام طیبات کی اباحت آئی اور تمام خبائث حرام کر دی گئی۔ آپ ﷺ کی شریعت سے بڑی بڑی اور ثقیل احکامات دور کر دئے گئے جو بنی اسرائیل پر فرض تھے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ الاعراف میں فرماتا ہے "وَاكْتُبْ لَنَا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ قَالَ عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ مَنْ أَشَاءُ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ* الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ[14] (اور ہمارے لیے اس دنیاء میں بھی بھلائی لکھ دیجئے اور آخرت میں بھی۔ ہم (اس غرض کے لیے) آپ ہی سے رجوع کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنا عذاب تو میں اسی پر نازل کر دیتا ہوں جس پر چاہتا ہوں۔ اور جہاں تک میری رحمت کا تعلق ہے وہ ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔ چنانچہ میں یہ رحمت (مکمل طور پر) ان لوگوں کے لیے لکھوں گا جو تقویٰ اختیار کرلے اور زکوٰۃ ادا کریں ار جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھیں۔ جو اس رسول یعنی نبی امی کے پیچھے چلے جس کا ذکر وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پائیں گے جو انہیں اچھی باتوں کا حکم دے گا، برائیوں سے روکے گا، اور ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور گندی چیزوں کو حرام کر دے گا، اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے وہ طوق اتار دے گا جو ان پر لدے ہوئے تھے۔ چنانچہ جو لوگ اس (نبی) پر ایمان لائیں گے، اس کی تعظیم کریں گے، اس کی مدد کریں گے اور اس کے ساتھ جو نور اتارا گیا ہے اس کے پیچھے چلیں گے تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہوں گے ")۔ ان تمام آیتوں سے پتہ چلتا ہے کہ شرعی احکام اور حلت و حرمت میں تدریجی ترتیب ملحوظ نظر ہے۔

قرآن کریم جب نازل ہونا شروع ہوا تو اگر دیکھا جائے تو دیگر احکامات اور تکلیفات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ایمان اور ایمانی امور کے بارے میں آیات نازل کیے ہیں، اس کے بعد اجتماعی اخلاق جن میں اہل حاجت و ضرورت کے بارے میں تاکید، ان کے بعد نماز اور زکوٰۃ کے اجمالی احکامات نازل ہوئے اور اس کے ساتھ لوگوں کے مال کو ناجائز طریقے سے کھانے کی حرمت نازل ہوئی۔ اس کے بعد دعوت الی اللہ، صوم اور جہاد و قتال فی سبیل اللہ کے احکامات نازل ہوئے۔ اس کے بعد شراب کی حرمت اور اس طرح دیگر خبائث کا کھانا اور پینا بھی حرام ہو گیا۔ معاملات کی حرمت میں آخری وقت میں سود کی حرمت آئی۔ اس تدریجی عمل پر درجہ ذیل احادیث دال ہیں۔

پہلا حدیث امام مسلم نے اپنے صحیح میں لایا ہے"عَنْ أَبِي أُمَامَةَ ، قَالَ : قَالَ عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ السُّلَمِيُّ : كُنْتُ وَأَنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَظُنُّ أَنَّ النَّاسَ عَلَى ضَلاَلَةٍ ، وَأَنَّهُمْ لَيْسُوا عَلَى شَيْءٍ وَهُمْ يَعْبُدُونَ الأَوْثَانَ ، فَسَمِعْتُ بِرَجُلٍ بِمَكَّةَ يُخْبِرُ أَخْبَارًا ، فَقَعَدْتُ عَلَى رَاحِلَتِي ، فَقَدِمْتُ عَلَيْهِ ، فَإِذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَخْفِيًا جُرَءَاءُ عَلَيْهِ قَوْمُهُ ، فَتَلَطَّفْتُ حَتَّى دَخَلْتُ عَلَيْهِ بِمَكَّةَ ، فَقُلْتُ لَهُ : مَا أَنْتَ ؟ قَالَ : أَنَا نَبِيٌّ ، فَقُلْتُ : وَمَا نَبِيٌّ ؟ قَالَ : أَرْسَلَنِي اللَّهُ ، فَقُلْتُ : وَبِأَيِّ شَيْءٍ أَرْسَلَكَ ، قَالَ : أَرْسَلَنِي بِصِلَةِ الأَرْحَامِ ، وَكَسْرِ الأَوْثَانِ ، وَأَنْ يُوَحَّدَ اللَّهُ لاَ يُشْرَكُ بِهِ شَيْءٌ ، قُلْتُ لَهُ : فَمَنْ مَعَكَ عَلَى هَذَا ؟ قَالَ : حُرٌّ ، وَعَبْدٌ ، قَالَ : وَمَعَهُ يَوْمَئِذٍ أَبُو بَكْرٍ ، وَبِلاَلٌ مِمَّنْ آمَنَ بِهِ ، فَقُلْتُ : إِنِّي مُتَّبِعُكَ ، قَالَ : إِنَّكَ لاَ تَسْتَطِيعُ ذَلِكَ يَوْمَكَ هَذَا ، أَلاَ تَرَى حَالِي وَحَالَ النَّاسِ ، وَلَكِنِ ارْجِعْ إِلَى أَهْلِكَ فَإِذَا سَمِعْتَ بِي قَدْ ظَهَرْتُ فَأْتِنِي ، قَالَ : فَذَهَبْتُ إِلَى أَهْلِي وَقَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ ، وَكُنْتُ فِي أَهْلِي فَجَعَلْتُ أَتَخَبَّرُ الأَخْبَارَ ، وَأَسْأَلُ النَّاسَ حِينَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ حَتَّى قَدِمَ عَلَيَّ نَفَرٌ مِنْ أَهْلِ يَثْرِبَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ ، فَقُلْتُ : مَا فَعَلَ هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي قَدِمَ الْمَدِينَةَ ؟ فَقَالُوا النَّاسُ : إِلَيْهِ سِرَاعٌ وَقَدْ أَرَادَ قَوْمُهُ قَتْلَهُ فَلَمْ يَسْتَطِيعُوا ذَلِكَ ، فَقَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ ، أَتَعْرِفُنِي ؟ قَالَ : نَعَمْ ، أَنْتَ الَّذِي لَقِيتَنِي بِمَكَّةَ ، قَالَ : فَقُلْتُ : بَلَى فَقُلْتُ : يَا نَبِيَّ اللهِ أَخْبِرْنِي عَمَّا عَلَّمَكَ اللَّهُ وَأَجْهَلُهُ ، أَخْبِرْنِي عَنِ الصَّلاَةِ ، قَالَ : صَلِّ صَلاَةَ الصُّبْحِ ، ثُمَّ أَقْصِرْ عَنِ الصَّلاَةِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَتَّى تَرْتَفِعَ ، فَإِنَّهَا تَطْلُعُ حِينَ تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ ، وَحِينَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ ، ثُمَّ صَلِّ فَإِنَّ الصَّلاَةَ مَشْهُودَةٌ مَحْضُورَةٌ حَتَّى يَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بِالرُّمْحِ ، ثُمَّ أَقْصِرْ عَنِ الصَّلاَةِ ، فَإِنَّ حِينَئِذٍ تُسْجَرُ جَهَنَّمُ ، فَإِذَا أَقْبَلَ الْفَيْءُ فَصَلِّ ، فَإِنَّ الصَّلاَةَ مَشْهُودَةٌ مَحْضُورَةٌ حَتَّى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ ، ثُمَّ أَقْصِرْ عَنِ الصَّلاَةِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ ، فَإِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ ، وَحِينَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ قَالَ : فَقُلْتُ : يَا نَبِيَّ اللهِ فَالْوُضُوءَ حَدِّثْنِي عَنْهُ ، قَالَ : مَا مِنْكُمْ رَجُلٌ يُقَرِّبُ وَضُوءَهُ فَيَتَمَضْمَضُ ، وَيَسْتَنْشِقُ فَيَنْتَثِرُ إِلاَّ خَرَّتْ خَطَايَا وَجْهِهِ ، وَفِيهِ وَخَيَاشِيمِهِ ، ثُمَّ إِذَا غَسَلَ وَجْهَهُ كَمَا أَمَرَهُ اللَّهُ ، إِلاَّ خَرَّتْ خَطَايَا وَجْهِهِ مِنْ أَطْرَافِ لِحْيَتِهِ مَعَ الْمَاءِ ، ثُمَّ يَغْسِلُ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ، إِلاَّ خَرَّتْ خَطَايَا يَدَيْهِ مِنْ أَنَامِلِهِ مَعَ الْمَاءِ ، ثُمَّ يَمْسَحُ رَأْسَهُ ، إِلاَّ خَرَّتْ خَطَايَا رَأْسِهِ مِنْ أَطْرَافِ شَعْرِهِ مَعَ الْمَاءِ ، ثُمَّ يَغْسِلُ قَدَمَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ، إِلاَّ خَرَّتْ خَطَايَا رِجْلَيْهِ مِنْ أَنَامِلِهِ مَعَ الْمَاءِ، فَإِنْ هُوَ قَامَ فَصَلَّى[15]"(عمرو ابن عبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں زمانہ جاہلیت میں یہ سوچتا تھا کہ لوگ گمراہ ہیں اور وہ کسی بھی دین پر کاربند نہیں اور بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ پھر میں نے ایک مرد کے بارے میں سنا تھا کہ وہ مکہ میں کچھ خبریں بیان کرتا ہے۔ پس میں اپنے سواری پر بیٹھ گیا اور اس شخص کے پاس آیا تو مشاہدہ کیا کہ نبی ﷺ چھپ کر اپنا دعوتی کام جاری رکھتا ہے اور آپ کی قوم آپ پر دلیر ہے۔ بہر صورت میں نے نرمی سے کام لیا اور آپ ﷺ سے ملنے کی تدبیر بنالی یہاں تک کہ میں نبی ﷺ کے پاس مکہ میں پہنچا۔ میں

نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ میں اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں۔ میں نے پوچھا کہ نبی کون ہوتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس کو اللہ تعالیٰ اپنے احکامات دے کر بھیجے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ میں نے پوچھا کہ اللہ رب العزت نے تمہیں کس چیز کے ساتھ بھیجا ہے۔ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے صلہ رحمی کا حکم دینے، بتوں کو توڑنے اور اس بات کا پیغام دے کر بھیجا ہے کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کی جائے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ میں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ اس کام میں آپ کے ساتھ کوئی اور ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک آزاد شخص اور ایک غلام۔ (راوی فرماتا ہے کہ) اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ ابو بکر رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ تھے میں نے کہا کہ میں بھی آپ کا پیروکار ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم آج اس کی طاقت ہرگز نہیں رکھتے، کیا تم میرے اور لوگوں کا حال نہیں دیکھ رہے؟ لہٰذا تم ابھی اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ جاؤ اور جب تم میرے بارے سنو کہ میں غالب آگیا ہوں تو پھر میرے ہاں آنا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں اپنے اہل وعیال کے پاس آیا اور رسول اللہ ﷺ بالآخر مکہ چھوڑ کر مدینہ ہجرت کر گیا، اسی دوران میرے اہل خانہ میں سے کچھ لوگ مدینہ آئے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ جو شخص مدینہ آیا ہے اس کا کیا ہوا تو انہوں نے کہا کہ لوگ بہت تیزی سے اس کی طرف راغب ہو رہے ہیں، جبکہ اس کی اپنی قوم اس کو قتل کرنا چاہتی تھی لیکن وہ ایسا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے، لہٰذا میں مدینہ آگیا اور نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ "اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ہاں تم وہی ہو جو مجھے مکہ میں ملے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ مجھے وہ باتیں بتلائیں جو اللہ تعالیٰ نے تجھے سکھلائی ہیں اور میں ان سے ناواقف ہوں۔ مجھے نماز کے بارے میں بتائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، تم صبح کی نماز پڑھو اور اس کے بعد نماز سے رُکے رہو یہاں تک کہ سورج ایک نیزے کی مقدار کے برابر بلند ہو جائے۔ کیونکہ سورج جب طلوع ہوتا ہے تو کافر اس وقت اسے سجدہ کرتے ہیں۔ پھر تم نماز پڑھو۔ اس لیے کہ فرشتے نماز میں گواہ ہوتے ہیں اور اس میں حاضر ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ سایہ نیزے کے برابر ہو جائے، پھر اس وقت نماز سے رک جاؤ کیونکہ اس وقت جہنم کی آگ بھڑکائی جاتی ہے، پھر جب سایہ بڑھنے لگے تو نماز پڑھو اس لیے کہ فرشتے نماز میں گواہ ہوتے ہیں اور اس میں حاضر ہوتے ہیں یہاں تک کہ تم عصر کی نماز پڑھو، پھر سورج کے غروب ہونے تک نماز سے رکے رہو کیونکہ یہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور اس وقت کافر لوگ اسے سجدہ کرتے ہیں۔ عمرو ابن عبسہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! وضو کے بارے میں بھی مجھے بتائیں، آپ ﷺ نے بتایا کہ تم میں سے جو مرد وضو کا پانی قریب کر کے کلی کرتا ہے اور ناک میں پانی ڈال کر اسے جھاڑتا ہے تو اس کے چہرے کے سارے گناہ اس کی داڑھی کے کناروں سے پانی کے ساتھ گر

جاتے ہیں۔ پھر وہ اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں کے گناہ اس کے انگلیوں کے کناروں سے پانی کے ساتھ گر جاتے ہیں۔ پھر وہ اپنے پیر ٹخنوں تک دھوتا ہے تو اس کی دونوں پیر کے گناہ پانی کے ساتھ اس کی انگلیوں سے نکل کر گر جاتے ہیں، چنانچہ اس کے بعد وہ کھڑا ہوا اور نماز پڑھی)۔

تدریج کی دوسری مثال حدیث مبارکہ سے جو کہ امام بخاری نے زہری سے نقل کی ہے۔"حدثنا إسحق أخبرنا يعقوب بن إبراهيم قال حدثني أبي عن صالح عن ابن شهاب قال أخبرني سعيد بن المسيب عن أبيه أنه أخبره أنه لما حضرت أبا طالب الوفاة جاءه رسول الله صلى الله عليه و سلم فوجد عنده أبا جهل بن هشام وعبد الله بن أمية بن المغيرة قال رسول الله صلى الله عليه و سلم لأبي طالب"يا عم قل لا إله إلا الله كلمة أشهد لك بها عند الله". فقال أبو جهل وعبد الله بن أمية يا أبا طالب أترغب عن ملة عبد المطلب فلم يزل رسول الله صلى الله عليه و سلم يعرضها عليه ويعودان بتلك المقالة حتى قال أبو طالب آخر ما كلمهم هو على ملة عبد المطلب وأبى أن يقول لا إله إلا الله . فقال رسول الله صلى الله عليه و سلم" أما والله لأستغفرن لك ما لم أنه عنك". فأنزل الله تعالى فيه"ما كان للنبي والذين آمنوا أن يستغفروا للمشركين ولو كانوا أولي قربى من بعد ما تبين لهم أنهم أصحاب الجحيم"[16] (جب ابو طالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے، اس وقت وہاں ابو جہل بھی بیٹھا ہوا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا"چچا! ایک مرتبہ کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھو، اللہ کے دربار میں یہی ایک دلیل میرے ہاتھ آئے گی" اس پر ابو جہل اور عبد اللہ بن امیہ نے کہا، اے ابو طالب! کیا تم عبد المطلب کے دین سے پھر جاؤ گے؟ یہ دونوں افراد ان ہی پر زور دیتے رہے اور آخری کلمہ جو ان کے زبان سے نکلا وہ یہ تھا کہ میں عبد المطلب کے دین پر قائم ہوں۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں ان کے لیے اس وقت تک مغفرت طلب کرتا رہوں گا جب تک مجھے اس سے منع نہ کر دیا جائے گا۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی"ما كان للنبي والذين آمنوا أن يستغفروا للمشركين ولو كانوا أولي قربى من بعد ما تبين لهم أنهم أصحاب الجحيم"

## حرمت شراب اور تدریج:

حرمت شراب بھی نصوص میں تدریجی صورت میں وارد ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تو مکی دور کے وسط میں جو سورتیں نازل ہوئی، ان میں اس بات کا بیان ہے کہ نبی ﷺ پاک اور طیب اشیاء کی حلت اور ناپاک اور خبیث اشیاء کی حرمت بیان کرتا ہے۔ پس سورۃ اعراف میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے بارے میں نازل فرمایا کہ"الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ

عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ[17]"(جو اس رسول یعنی نبی امی کے پیچھے چلیں جس کا ذکر وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پائیں گے، جو انہیں اچھی باتوں کا حکم دے گا، برائیوں سے روکے گا، اور ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور گندی چیزوں کو حرام قرار دے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کے وہ طوق اتار دے گا جو ان پر لدے ہوئے تھے۔ چنانچہ جو لوگ اس پر ایمان لائیں گے اور اس کی تعظیم کریں گے اس کی مدد کریں گے، اور اس کے ساتھ جو نور اتارا گیا ہے اس کے پیچھے چلیں گے تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہوں گے )۔ اس آیت میں اگرچہ شراب کا کوئی تذکرہ نہیں لیکن تمام عقل رکھنے والوں کو یہ پتہ ہے کہ شراب خبیث ہے۔ پھر اس کے بعد اُس مکی دور ہی میں اللہ تعالیٰ نے ماقبل اشارہ سے ایک اور قوی اشارہ نازل فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا"وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا حَسَنًا إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ[18]" (اور کھجور کے پھلوں اور انگوروں سے بھی جس سے تم شراب بھی بناتے ہو، اور پاکیزہ رزق بھی، بیشک اس میں بھی ان لوگوں کے لیے نشانی ہے جو عقل سے کام لیتے ہیں)۔ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے کھجور اور انگور سے دو قسم کے حاصلات کا تذکرہ فرمایا ہے ایک رزقِ حسن اور دوسری عصیرات اور جوس وغیرہ جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حَسن کا قید نہیں لگایا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ شراب حَسن اور فائدہ مند نہیں اور اس اشارہ سے پتہ چلتا ہے کہ شراب خبائث میں داخل ہے۔ پھر اس کے بعد جب نبی ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت کی تو اللہ تعالیٰ نے مدنی دور کے اول میں شراب کی تحریم میں تمہیدی طور پر فرمایا کہ "يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ[19]"(لوگ آپ سے شراب اور جوے کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجیے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ بھی ہے اور ان لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں، اور ان دونوں کا گناہ ان کے فائدے سے زیادہ بڑا ہے۔ اور لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیجیے کہ جو تمہاری ضرورت سے زیادہ ہو، اللہ تعالیٰ اسی طرح اپنے احکام تمہارے لیے صاف صاف بیان کرتا ہے تاکہ تم غور وفکر سے کام لو)۔ اس آیت سے معمولی عقل رکھنے والا بڑی آسانی سے معلوم کر سکتا ہے کہ جس چیز میں فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہو تو وہ ضرور نقصان دہ ہو گا۔ اس سے اجتناب ضروری ہو گا اور لائق ہے کہ وہ حرام ہو جائے اور اُس پر پابندی لگا دی جائے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو" كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ"جملہ پر ختم فرمایا ہے کہ اہل فکر اس آیت کے مضمون اور مدعا سے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ جب لوگوں کے دماغ میں اس حد تک شراب کے متعلق نفرت پیدا ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد ایک اور آیت نازل فرمائی کہ "يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى حَتَّى

تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ"[20] (اے ایمان والو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو اس وقت تک نماز کے قریب بھی نہ جانا جب تک تم جو کچھ کہہ رہے ہو اسے سمجھنے نہ لگو)۔ اس آیت مبارکہ میں حرمت شراب کے بارے میں نصِ صریح نازل ہوئی لیکن یہ حرمت صرف اوقات نماز تک محدود تھی اور عام اوقات میں اس کی حرمت کا حکم نازل نہیں ہوا لیکن مکمل اجتناب کرنے کا ایک اشارہ بھی ملتا ہے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے شراب کی مکمل حرمت نازل فرمائی اور سورۃ المائدہ میں فرمایا کہ "يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ"[21] (اے ایمان والو! شراب، جوا، بتوں کے تھان اور جوے کے تیر یہ سب ناپاک شیطانی کام ہیں، لہٰذا ان سے بچو، تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو)۔ اس آیت مبارکہ میں نے اللہ تعالیٰ نے شراب کے بارے میں قطعی حرمت نازل فرمائی اور مکمل پابندی لگا دی۔ جب اس آیت کو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کے سامنے پڑھا تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "انتهينا يا رب انتهينا" (اے رب! ہم منع ہوئے، ہم منع ہوئے)۔ اس سے قبل عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے "اے رب ہمیں شراب کے بارے کافی شافی بیان نازل فرما"۔

---

## حوالہ جات (References)


[1]: ابوالحسین احمد ابن فارس ابن زکریا القزوینی (329ھ-395ھ)، معجم مقاییس اللغۃ، ج:3، ص:275 (دار الجیل، بیروت، لبنان)

[2]: ابن منظور، لسان العرب (دار المعارف)، ج:2، ص:267

[3]: ڈاکٹر محمد مصطفی زحیلی، التدرج فی التشریع والتطبیق فی الشریعۃ الاسلامیہ (ادارۃ البحوث والدراسات، کویت، طبع اولیٰ)، ص:27

[4]: سورۃ المائدہ: 5:4

[5]: سورۃ الاعراف: 7:182

[6]: ابی القاسم الحسین بن محمد (راغب الاصفہانی)، مفردات فی غریب القرآن (دار المعرفۃ، بیروت، لبنان)، ص:61

[7]: ابوالحسین احمد ابن فارس ابن زکریا القزوینی (329ھ-395ھ)، معجم مقاییس اللغۃ، ج:2، ص:275 (دار الجیل، بیروت، لبنان)

[8]: سورۃ ق: 50:38

[9]: محمد طاہر العشور التونسی، التحر والتنویر (دار الجیل، بیروت لبنان، ج:8، ص:161)۔

[10]: سورۃ فرقان:25:32

[11]: محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي،الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه،دار طوق النجاة (مصورة عن السلطانية بإضافة ترقيم ترقيم محمد فؤاد عبد الباقي)، الطبعة: الأولى، 1422هـ،ج:4،ص:186،حديث:3535)

[12]: سورۃ النساء:160:4

[13]: سورۃ ال عمران:3:49

[14]: سورۃ الاعراف:157

[15]: أبو الحسين مسلم بن الحجاج القشيري النيسابوري، المسند الصحيح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم،ج:2،ص:208(دار الجيل – بيروت)

[16]: محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي،الجامع الصحيح المختصر،: دار ابن كثير، اليمامة – بيروت الطبعة الثالثة، 1407 – 1987،ج:1،ص:457

[17]: سورۃ الاعراف:157:7

[18]: سورۃ النحل:67:16

[19]: سورۃ البقرہ:219:2

[20]: سورۃ النساء:43:4

[21]: سورۃ المائدہ:90:5